سلسلہ مواعظ حلیم الامت نمبر ۵

علم نافع کی علامات

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم



مواعظ حلیم الامّت نمبر ۵

علمِ نافع کی علامات

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

فرزند و نائب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز بیعت

شیخ المشایخ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

اور

شیخ المشائخ محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور والد ماجد

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

محمد مظہر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

وعظ : علمِ نافع کی علامات

واعظ :حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بمقام : خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

مرتب :یکے از خدام حضرتِ والا دامتِ برکاتہم

تاریخ اشاعت :۲۰ شعبان المعظم ۱۴۴۷ھ بمطابق ۲۸ مئی ۲۰۲۶ء

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) حکیم محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

توفیقِ خداوندی اعمالِ صالحہ کی اساس ہے

جو گرے ادھر زمین پر میرے اشک کے ستارے
تو چمک اُٹھا فلک پر میری بندگی کا تارا

انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے، محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے، اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال نہ ہو تو انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ آپ حضرات جو یہاں بیٹھے ہیں اس کی توفیق بھی اللہ ہی نے عطا فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے جذب فرمایا اور ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کی دولتِ جذب کی برکت سے سب اپنا کاروبار، گھر بار وغیرہ چھوڑ کر یہاں جمع ہوئے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم اس بیان کا پورا پورا فائدہ حاصل کریں اور مکمل فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب سننے والا اپنی طلب کو کامل کردے، جس قدر طلب ہوگی اسی قدر فائدہ ہوگا، طلب ناقص ہو تو فائدہ بھی ناقص ہوگا اور طلب کامل ہوگی تو فائدہ بھی کامل ہوگا۔

اس لیے جب اللہ والوں کے پاس جائیں تو اپنے طلب کے پیالے کو خالی رکھ کر جائیں، اس میں اگر دنیا جہاں کی خرافات اور بدگمانیاں ہوں گی تو اس ناپاک پیالے میں علومِ نبوت کے نورانی مضامین نہیں آئیں گے، اس لیے ان نیک مجالس میں ہمیشہ اپنے طلب کے پیالے کو خالی رکھیں۔

طلبِ کامل کی ضرورت

اگر سامعین کی طلب کامل ہو تو بیان کرنے والے پر اس کا اثر پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ مضامین اس کے قلب میں وارد ہوتے ہیں جس کی حاضرین کو ضرورت ہوتی ہے۔

اس کی ایک عام مثال جو میں اکثر سنایا کرتا ہوں کہ حضرت علامہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کو تین لغات کی تلاش تھی، رَقِیْمٌ، مَتَاعٌ اور تَبَارَكَ وہ اس کی تلاش اور طلب میں عرب کے ایک گاؤں میں پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت کھانا پکارہی ہے اور ایک بچہ اس کے قریب کھیل رہا ہے تھوڑی دیر بعد وہ عورت وہاں سے چلی گئی اتنے میں ایک کتا آیا اور برتن دھونے کی جو

صافی ہوتی ہے عربی میں جسے ''متاع'' کہتے ہیں منہ میں دبا کر دور پہاڑ کی چوٹی پر جا کر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس بچے کی ماں آئی تو اس بچے نے شکایت کی جَاءَ الرَّقِیْمُ اَخَذَ الْمَتَاعَ وَتَبَارَكَ الْجَبَلَ کہ ایک چتکبرا کتا آیا صافی کو لیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔

حضرت علامہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا تو ان کو وجد آگیا کہ تین لغات کی تلاش تھی اور وہ تینوں صرف ایک ہی جملہ میں حل ہو گئیں۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس بچے کے منہ سے صرف یہی تین الفاظ کیوں نکلے؟ وہ اسی واقعہ کو کسی اور الفاظ میں بھی تعبیر کر سکتا تھا، لیکن اس کے منہ سے اللہ تعالیٰ نے یہی تین الفاظ نکلوائے، تاکہ حضرت علامہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ جو طلبِ صادق لے کر اتنے دور سے سفر کر کے یہاں پہنچے ہیں، ان کی علم کی پیاس بجھ جائے۔

بہر حال! حاضرین کی طلب کا اثر بیان کرنے والے پر پڑتا ہے، ان کی طلب اگر کامل ہو اور صادق ہو تو مضامین بھی اسی قدر وارد ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مقتدین کا اثر امام پر۔

اسی طرح دیکھیے جب بچہ روتا ہے تو یہ دلیل ہوتی ہے کہ اس کی طلب کامل ہے چناں چہ جیسے ہی اس کی آہ وفغاں ماں کے کانوں میں پڑتی ہے تو اس کی محبت جوش مارتی ہے اور اس کا خون دودھ میں تبدیل ہونا شروع ہو جاتا ہے، اب اس طلبِ صادق کے بعد جو دودھ اس کے جسم میں جاتا ہے تو اطباء کہتے ہیں کہ دنیا میں اس سے زیادہ اس کے لیے کوئی شفایاب اور فائدہ مند غذا نہیں، اب جب وہ اس کو پیتا ہے تو اس کی جسمانی بڑھوتری و نشو نما شروع ہو جاتی ہے اور اس کا جسم اور قد بڑھنے لگتا ہے۔

اسی طرح جب حاضرین کی طلب صادق اور کامل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم وارد ہوتے ہیں اور ان علوم کے نتیجے میں ان کی روحانی ترقی شروع ہو جاتی ہے حتّٰی کہ بڑھتے بڑھتے وہ اولیاء اللہ بن جاتا ہے۔

تنقیص کی نسبت واعظ کے بجائے اپنی طرف کرے

اور چوں کہ فائدہ کا مدار طلب پر ہوتا ہے اس لیے کبھی یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ مجھے

بیان سے یا صحبتِ اہل اللہ سے فائدہ نہیں ہوا، بلکہ ہمیشہ یہ سوچے کہ میری طلب میں کمی تھی اس لیے مجھے فائدہ نہیں ہوا، ورنہ اوروں کو بہت زیادہ فائدہ ہوا، کئی لوگوں نے اس کا اظہار بھی کیا کہ بیان سے فائدہ ہوا، جن کی طلب صادق و کامل تھی ان کو فائدہ ہوا، چوں کہ آپ کی طلب کامل نہیں تھی اس لیے پورا فائدہ نہیں ہوا۔

واعظ کے لیے کبر سے حفاظت کے مراقبے

اسی طرح جو بیان کرنے والا ہے وہ چوں کہ منبر پر اونچی جگہ بیٹھا ہوتا ہے تو اس کے دل میں یہ بات آسکتی ہے کہ میں اونچی جگہ ہوں اور زیادہ شرف والا ہوں اور یہ نیچے بیٹھے ہوئے لوگ مجھ سے کم درجہ کے ہیں۔ ایسے وقت میں یہ مراقبہ بہت مفید ہے کہ ترازو کا جو پلڑا زیادہ وزن والا ہوتا ہے وہ نیچے کی طرف ہوتا ہے اور جس میں کم وزن ہوتا ہے وہ اوپر کی طرف ہوتا ہے۔

ایک یہ مراقبہ بھی بے حد مفید ہے کہ پانی کے اوپر کی جانب جو بلبلے ہوتے ہیں ان کے اندر کچھ نہیں ہوتا وہ خالی ہوتے ہیں اور جو اصل ہے جس سے وہ بنتے ہیں یعنی پانی وہ نیچے کی طرف ہوتا ہے، اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے تو بہت ہی عمدہ بات لکھی کہ درخت کی جن ٹہنیوں پر پھل ہوتا ہے وہ نیچے کی طرف جھکی ہوتی ہیں اور جو ٹہنیاں سوکھی ہوئی بغیر پھل کے ہوتی ہیں وہ اوپر کی جانب اکڑی ہوئی ہوتی ہیں۔

اسی لیے کسی کے اوپر بیٹھ جانے یا نیچے کی طرف بیٹھنے سے فضیلت نہیں ملتی بلکہ فضیلت کا مدار تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ[1] کہ تم میں سب سے زیادہ فضیلت والا شخص وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ[2]

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ رہ پڑو۔

---

[1] الحجرٰت:۱۳

[2] التوبۃ:۱۱۹

عموماً یہ اعتراض بہت زیادہ کیا جاتا ہے کہ اس پر اتنا زیادہ بیان کیوں ہوتا ہے؟ تو سمجھ لو کہ اخلاص اور تقویٰ کی بنیاد صحبتِ اہل اللہ ہے اس لیے بیان کی بنیاد بھی عموماً اسی آیت کو بنایا جاتا ہے اور بعد میں آنے والا مضمون ہمیشہ نیا ہی ہوتا ہے، جب پورا مضمون ہی الگ اور نیا ہو تو پھر تکرار بھی نہیں کہنا چاہیے بلکہ یہ مستقل طور پر مفید ہے۔

دوسرے یہ کہ تکرار اس جگہ مناسب نہیں ہوتا جہاں مفید نہ ہو، یہاں تو اس کا مستقل فائدہ ہے، جس کا مشاہدہ آپ نے کیا کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی اس آیت پر بیان ہو رہا ہے اور الحمد للہ کتنے لوگوں کی زندگی میں انقلاب آیا اور ان کی زندگی سنت کے سانچے میں ڈھل گئی۔

اور ایک عام قاعدہ یہ ہے کہ اِذَا تَکَرَّرَ تَقَرَّرَ فِی الْقَلْبِ کہ جب کسی بات کا تکرار ہوتا ہے تو وہ بات دل میں اُتر جاتی ہے اور الحمد للہ جتنے بھی لوگ یہاں آتے جاتے ہیں ان کے دل میں اسی کی وجہ سے صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت پیدا ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس میں مزید ترقی عطا فرمائے۔

جو لوگ اعتراض کرتے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ مختلف قسم کی غذائیں کھاتے ہیں اور بار بار کھاتے ہیں کیا کبھی آپ کو اعتراض ہوا کہ میں روزانہ روٹی کھاتا ہوں یا چاول کھاتا ہوں یہ تکرار ہے اسے ختم کر دینا چاہیے، وہاں اشکال پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ روٹی اور چاول دوسری غذاؤں کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اس کے بغیر کوئی بھی سالن نہیں کھایا جا سکتا، اسی طرح صحبتِ اہل اللہ کا مضمون ایک بنیاد ہے، اساس ہے اور اس لیے اس کا تکرار بار بار کیا جاتا ہے، جب کہ جو مضمون بیان کیا جاتا ہے اس میں فرق ہوتا ہے جیسے کہ روٹی کے ساتھ قورمہ، نہاری اور دیگر سالن کھانے بدلتے رہتے ہیں، لیکن جو روٹی اور چاول ہیں وہ چوں کہ بنیاد و اساس ہے وہ ایک ہی رہتے ہیں۔

رونا اہلِ علم کے علم کا تقاضا ہے

اسی طرح جب کوئی اللہ کا بندہ روتا ہے، گڑگڑاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں، کیوں کہ اس کا یہ رونا ایمانی حیات پر

دلالت کرتا ہے کہ اس کا ایمان اب تک زندہ ہے، لیکن اگر نہ روئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان تو ہے لیکن اس میں اس درجہ کی حیات نہیں جو ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہٖۤ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ جب یہ قرآن ان لوگوں کے سامنے پڑھا جاتا ہے جن کو اس سے پہلے علم دیا گیا تھا، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَیِ الْعُلَمَاءُ الَّذِیْنَ قَرَؤُا الْکُتُبَ السَّالِفَۃَ مِنْ قَبْلِ تَنَزُّلِ الْقُرْاٰنِ[۳] یعنی وہ علماء جنہوں نے قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے کی آسمانی کتابیں پڑھیں، جب ان کے سامنے بھی قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا کہ وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں، اور اپنی پیشانیوں کو فوراً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زمین پر رکھ دیتے ہیں، اور اللہ کے سامنے اپنی پیشانیوں کو خاک آلود کرلیتے ہیں۔

اس سے غور کریں کہ جب سابقہ امتوں کے علماء کا یہ حال ہے کہ وہ قرآن سن کر وجد میں آجاتے ہیں اور بے اختیار سجدے میں گر پڑتے ہیں تو اس امت کے علماء کو کس قدر قرآن سے لگاؤ، محبت، تعلق اور عقیدت ہونی چاہیے۔

ترقی کا مدار اطاعتِ خداوندی پر ہے

کسی نے حضرت والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ سے کہا کہ حضرت! دنیا چاند پر پہنچ گئی اور اب تک مسلمان اور نیک لوگ اپنی پیشانی زمین سے لگائے بیٹھے ہیں، تو حضرت والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے جواب دیا کہ انہوں نے چاند پر پہنچ کر کون سا کمال کردیا، جب ایک مسلمان اپنی پیشانی کو زمین پر رکھتا ہے تو وہ چاند سے بھی اُوپر اور آسمانوں سے بھی اُوپر عرش تک پہنچ جاتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کا وہ قربِ خاص عطا ہوتا ہے جس کا یہ چاند پر جانے والے تصوّر بھی نہیں کرسکتے۔ حدیث میں ہے اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ بَیْنَ قَدَمَیِ الرَّحْمٰنِ سجدہ کرنے والا جس وقت سجدہ کرتا ہے تو رحمٰن کے قدموں میں سر رکھتا ہے اور مسلمان کے لیے تو سب کچھ یہ

---

۳ روح المعانی: ۱۵/۱۸۹، بنی اسرآءیل (۱۰۷)، دار احیاء التراث، بیروت

خاک اور مٹی ہی ہے کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اسی کو حضرت والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے ؎

ہماری خاک اس لمحے میں ہے رشک فلک اخترؔ
وہ لمحہ جو میرا ذاکر مولائے عالم ہے

یعنی جس لمحے ہم اپنی پیشانی کو خاک پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو اس خاک پر یہ آسمان بھی رشک کرتا ہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے روضے کی خاک عرش و کرسی سے افضل ہے

اسی طرح علماء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کی خاک اور مٹی عرش و کرسی سے افضل ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات "مکان" سے پاک ہے اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کو باقی رکھنے کے لیے کسی جگہ اور مکان کی حاجت نہیں بلکہ وہ کسی جگہ اور مکان کے بغیر بھی قائم رہ سکتا ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھیے کہ میں ابھی اس کرسی پر بیٹھ کر بیان کر رہا ہوں تو میرا جسم اس کُرسی سے ملا ہوا ہے اور میں بیٹھنے کے لیے اس کرسی کا محتاج ہوں اس کے بغیر میں بیٹھ نہیں سکتا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کرسی کی محتاج نہیں ہے یعنی مکان اور جگہ کی محتاج نہیں ہے بلکہ وہ اس کے بغیر بھی قائم و دائم ہے۔

جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے اور ان کا جسم مبارک وہاں کی خاک اور مٹی سے ملا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کرسی سے ملی ہوئی نہیں ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ مبارک عرش و کرسی سے افضل ہے۔

حضرت والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کا شعر ہے فرماتے ہیں ؎

غلامی سے تیرے غلاموں کا رُتبہ
ملائک سے بھی فوق تر دیکھتے ہیں
تجلّی جو ہے سبز گنبد پہ ہر دم
اسے رشکِ شمس و قمر دیکھتے ہیں

یعنی اللہ تعالیٰ زمین پر موجود روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جن تجلیات کا ظہور فرماتے ہیں اس پر آسمان کے چاند و سورج بھی رشک کرتے ہیں۔

اللہ کے حضور خاک پر سر رکھنے کی اہمیت

اس لیے اس مٹی کو معمولی نہ سمجھو، یہ خاک اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بابرکت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس خاک پر سر جھکانے کا حکم فرمایا۔

دنیا کی جتنی بھی اقوام عبادت کرتی ہیں وہ یا تو اپنے نام نہاد خداؤں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو جاتی ہیں یا اسی طرح مختلف عبادتیں کرتی ہیں لیکن خاک پر سر رکھنے کی عبادت صرف مسلمانوں ہی کے لیے خاص ہے۔

اسی لیے میں کہتا ہوں کہ اس خاک اور مٹی کو معمولی نہ سمجھو۔ اس پر سر رکھ کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ یہ کتنی تیزی سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنتی ہے۔

خاک اور کاخ، محل اور لحم

خاک کے لفظ سے ایک لطیفہ یاد آیا کہ لغت کے بہت ماہر شخص تھے، وہ گھر میں گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ آج گھر میں کیا پکا ہے تو اس نے کہا کہ خاک پکا ہے یعنی کچھ بھی نہیں پکا تو اس ماہرِ لغت نے اس کی تاویل کرنی شروع کی اور دماغ میں شیخ چلّی کا پلاؤ اس طرح پکایا کہ "خاک" کے لفظ کو الٹا کرو تو بنتا ہے "کاخ" اور کاخ کا معنیٰ ہوتا ہے "محل" اور محل کو الٹا کرو تو بنتا ہے "لحم" اور عربی میں لحم کا معنیٰ ہوتا ہے گوشت۔ اس لمبے خیالی پلاؤ پکانے کے بعد فوراً اپنی

بیوی سے کہا کہ گوشت پکا ہے۔ تو اس کی بیوی نے سر پر ہاتھ رکھ لیا کہ میں کہہ رہی ہوں خاک پکا ہے اور یہ کہہ رہا ہے گوشت پکا ہے۔

عظمتِ کلامِ الٰہیہ اور سجدہ ریزی

خیر! بات بہت دور نکل گئی، میں عرض کر رہا تھا کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہٖۤ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا کہ گزشتہ اُمتوں میں جن کو تورات اور انجیل کا علم دیا گیا جب ان پر قرآن کی آیاتِ مبارکہ تلاوت کی جاتیں تو سجدہ میں گر پڑتے تھے اور کہتے تھے کہ سبحان ربنا، ہمارا رب پاک ہے، کن چیزوں سے پاک ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عَنۡ خَلۡفِ وَعۡدِہٖ اَوۡ عَمَّا یَفۡعَلُ الۡکَفَرَۃُ مِنَ التَّکۡذِیۡبِ[۴] کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی سے پاک ہے اور کفار جن باتوں کو لے کر جھٹلاتے ہیں ان سب سے اللہ تعالیٰ پاک ہے کیوں کہ اِنۡ کَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا کہ ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر ہی رہتا ہے، پھر اگلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ یَبۡکُوۡنَ کہ جب قرآن کی آیت تلاوت کی جاتی ہے تو وہ روتے ہیں، آہ وفغاں ان پر طاری ہو جاتا ہے اور وہ گڑگڑاتے ہیں۔

گناہ گاروں کی آہ وفغاں کی قدر افزائی

رونا اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہے، علامہ آلوسی سیّد محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ القدر کی تفسیر میں یہ حدیثِ قدسی ذکر فرماتے ہیں اور حدیثِ قدسی کی تعریف یہ ہے اَلَّذِیۡ یُبَیِّنُہُ النَّبِیُّ بِلَفۡظِہٖ وَیُنۡسِبُہٗ اِلٰی رَبِّہٖ[۵] کہ یہ وہ حدیث ہے کہ جس کو نبی اپنے لفظوں میں بیان کرے لیکن اس کی نسبت اپنے رب کی طرف کرے، حدیث یہ ہے لَاَنِیۡنُ الۡمُذۡنِبِیۡنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنۡ زَجَلِ الۡمُسَبِّحِیۡنَ[۶] کہ گناہ گاروں کا رونا اور ان کی آہ وفغاں

---

[۴] روح المعانی:۱۵/۱۸۹،بنی اسرآءیل(۱۰۷)،دار احیاء التراث،بیروت

[۵] مرقاۃ المفاتیح:۱/۲۳۰،کتاب الایمان،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

[۶] کشف الخفاء ومزیل الالباس:۲۹۸(۸۰۵)،فی باب حرف الھمزۃ مع النون / روح المعانی:۳۰/۱۹۶،القدر(۴)، دار احیاء التراث،بیروت

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبحان اللہ سبحان اللہ کی تسبیح پڑھنے والوں سے بھی افضل ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر بہت معروف ہے کہ؎

جو گرے ادھر زمیں پر میرے اشک کے ستارے
تو چمک اُٹھا فلک پر میری بندگی کا تارا

یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت میں یہ آنسو زمین پر گرے ہی تھے کہ میری عبدیت اور بندگی کا تارا فوراً آسمان پر چمک اُٹھا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن شہیدوں کے خون کے ساتھ ان گناہ گاروں کے آنسوؤں کا بھی وزن ہوگا کیوں کہ گناہ گاروں کے یہ آنسو جگر کا خون ہے، خونِ تمنا ہے، خونِ آرزو ہے، جو خون جسم کے اندر ہو رہا ہوتا ہے لیکن نظر نہیں آرہا ہوتا، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے؎

مجھے تو توفیق جو آہ و فغاں ہے
تڑپنا عشق میں سب پنہاں ہے

عطاء خالق ہر دو جہاں ہے
سبب اس کا مگر درد و نہاں ہے

مگر آنکھوں سے بہنے والے یہ آنسو اندر ہونے والے اس خون کی ترجمانی ہے، چناں چہ ان کا وزن بھی شہیدوں کے خون کے برابر ہوگا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یوں فرمایا کہ؎

یہ تڑپ تڑپ کے جینا
لہو آرزو کا پینا

یہی میرا جام و مینا
یہی میرا طورِ سینا

رونے والے کے قرب وجوار پر مثبت اثرات

علامہ آلوسی سیّد محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے نضر بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے، اور اسے علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الدر المنثور میں حکیم ترمذی سے بھی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت نضر بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لَوْ اَنَّ عَبْدًا بَکٰی فِیْ اُمَّۃٍ کہ اگر کسی اُمت میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے کوئی ایک بندہ روتا ہے تو صرف اس ایک بندے کی آہ وفغاں کی برکت سے لَاَنْجَی اللہُ تَعَالٰی تِلْکَ الْاُمَّۃَ مِنَ النَّارِ بِبُکَاءِ ذٰلِکَ الْعَبْدِ[ے] اللہ تعالیٰ اس ایک بندے کے رونے کی برکت سے پوری اُمت کو جہنم کی آگ سے نجات دیتے ہیں، آگے فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عمل بھی ان آنسوؤں سے زیادہ محبوب نہیں کیوں کہ یہ آنسو جہنم کی آگ کو بجھا دیتے ہیں، اور فرمایا کہ جس شخص کی آنکھ اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہہ پڑی اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔

اشک روانِ عاشقاں نجم السماء سے کم نہیں
ان کا یہ خونِ آرزو عہد و وفا سے کم نہیں

اللہ تعالیٰ کے حضور آہ وبکاء کے فضائل

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عَیْنَانِ لَا تَمَسُّھُمَا النَّارُ دو آنکھیں ایسی ہیں کہ جن کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی:

۱) عَیْنٌ بَکَتْ مِنْ خَشْیَۃِ اللہِ تَعَالٰی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے۔

۲) وَعَیْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ[۸] اور ایک آنکھ وہ جو اللہ کے راستے میں دشمنوں سے حفاظت کے لیے پہرہ داری کے لیے بغیر سوئے رات گزارے۔

مسلم اور نسائی کی روایت ہے کہ لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللہِ کہ وہ

ے الدر المنثور: ۳۴۷/۵، بنی اسرآءیل (۱۰۷)، دار الفکر، بیروت

۸ جامع الترمذی: ۲۹۳/۱، باب ما جاء فی فضل الحرس فی سبیل اللہ، ابواب فضائل الجہاد، المکتبۃ القدیمیۃ

بندہ مؤمن جہنم میں داخل نہ ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے، اور اس کا جہنم میں داخل ہونا اسی طرح مشکل ہے جس طرح حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ[۹] دودھ کا تھن سے باہر نکلنے کے بعد اس کا واپس اندر جانا مشکل اور محال ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روایات میں ہے کہ اس قدر روتے تھے کہ آپ کے سینے سے رونے کی شدت کی وجہ سے ایسی آوازیں آتی تھیں جیسے کہ دیگچی میں کسی چیز کے ابلنے کے وقت آواز آتی ہے۔

"بکّاء" سے ملقب مولانا فقیر محمد پشاوری

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اکابر ومشائخ کا اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا معروف ہے۔ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ ابھی قریب کے زمانہ کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں اللہ تعالیٰ کے خوف سے اتنا روتے تھے کہ "بَکَّاءْ" کے نام سے معروف ہو گئے تھے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد محبت فرماتے تھے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان کے اس قدر رونے کو دیکھا تو برجستہ یہ شعر ارشاد فرمایا۔

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھیے

علماءِ اُمم سابقہ کی تین قابلِ تقلید صفات

بہر حال! میں آپ حضرات سے یہ عرض کر رہا تھا کہ بنی اسرائیل کے علماء پر جب قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی تھی تو ان کی جو حالت ہوتی تھی اسے تین صفات کی صورت میں قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

۱) یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا کہ وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں یعنی جب وہ دیکھتے ہیں کہ جو وعدے اللہ تعالیٰ نے توریت میں فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ وعدے سچ کر دکھائے تو وہ اطاعت وفرماں برداری کے باعث سجدے میں سر رکھ دیتے ہیں۔

---

۹ سنن النسائی: ۲/۵۴، کتاب الجھاد، فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمہ، المکتبۃ القدیمیۃ

۲) دوسری صفت ان کی یہ بیان فرمائی کہ **یَبْکُوْنَ** کہ وہ لوگ روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں۔

۳) تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ **وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا** کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی عاجزی وانکساری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

علامہ آلوسی سیّد محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآنی آیات کی تلاوت کے باعث جب بنی اسرائیل کے علماء کی یہ حالت و کیفیت ہوتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے مقامِ مدح میں بیان فرمایا تو اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء کا بدرجہ اولیٰ یہ حال ہونا چاہیے کہ آیاتِ قرآنیہ جب سنیں تو ان کی بھی یہی کیفیت ہو، چناں چہ فرماتے ہیں: **یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِکَ حَالَ الْعُلَمَاءِ** مناسب یہ ہے کہ یہی کیفیت اُمتِ محمدیہ کے علماء کی بھی ہو، **قَدْ اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَالْمُنْذِرُ وَغَیْرُھُمَا عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰی التَّیْمِیْ اَنَّهٗ قَالَ** عبد اللہ التیمی رحمۃ اللہ علیہ سے ابنِ جریر اور منذر اور دیگر نے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: **اِنَّ مَنْ اُوْتِیَ مِنَ الْعِلْمِ** کہ جس شخص کو ایسا علم دیا گیا **مَالَا یُبْکِیْهِ** جو اس کو رلاتا نہیں جس سے اس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری اور گریہ طاری نہیں ہوتا تو **لَخَلِیْقٌ اَنْ قَدْ اُوْتِیَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَا یَنْفَعُهٗ** اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کو ایسا علم دیا گیا ہے جو نافع نہیں ہے۔ **لِاَنَّ اللہَ تَعَالٰی نَعَتَ اَھْلَ الْعِلْمِ فَقَالَ (یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا)** اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات کا علم رکھنے والوں کی تین صفات بیان فرمائیں اور یہ صفات اس بات کی علامت ہیں کہ ان کا علم نافع ہے چناں چہ جن علماء میں یہ صفات پائی جائیں گی ان کا علم بھی علم نافع کہلائے گا[۱۰] اور اگر یہ صفات نہیں تو سمجھ لو کہ ان کا علم پوری طرح نافع نہیں۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا طَیِّبًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا[۱۱]

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے علمِ نافع اور رزقِ واسع اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مبارکہ میں ایسے علم کا سوال فرمایا ہے جو نافع ہو، اور علم

---

[۱۰] روح المعانی: ۱۵/۱۹۱، بنی اسرآءِیل (۱۰۹)، داراحیاء التراث العربی، بیروت

[۱۱] سنن ابن ماجۃ: ۶۶(۹۲۵)، باب مایقال بعد التسلیم، المکتبۃ القدیمیۃ

نافع وہ ہوتا ہے جو عمل پر اُبھارے، وہ علم جو عمل پر نہ ابھارے وہ جہالت ہے علم نہیں۔

کہتے ہیں کہ علم جب آتا ہے تو وہ اپنے بھائی عمل کو آواز دیتا ہے، جب عمل بھی اس کے ساتھ آجاتا ہے تو علم باقی رہتا ہے وگرنہ علم بھی رخصت ہوجاتا ہے۔

علم بغیر عمل کے جہالت ہے

اسی طرح علم بغیر عمل کے جہالت ہے۔ ایک شخص کو ضابطہ کا علم ہو مگر عمل کچھ نہ کرتا ہو اس سے وہ شخص بہتر ہے جو علم زیادہ نہ رکھے مگر عمل میں پختہ ہو جب کہ یہ علم بروزِ قیامت اس پر وبال ہوگا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث نقل کرتا ہوں جس سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ حقیقی علم وہ ہے جس میں خشیت ہو وگرنہ وہ علم وبال ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَضِیۡتُ لِاُمَّتِیۡ مَا رَضِیَ لَھَا ابۡنُ اُمِّ عَبۡدٍ[۱۲] کہ میں اپنی اُمت کے لیے ہر اس بات پر راضی ہوں جس پر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی ہیں۔

گویا جو عمل اور بات عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبوب ہے وہ عمل اور بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پوری اُمت کے لیے پسند ہے۔ اور عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قرب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باقی تمام صحابہ مسجد میں میری آمد کا انتظار کریں اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اجازت ہے کہ وہ میرے حجرے سے کان لگائیں اور میری باتیں سنیں۔

یہ وہ صحابی ہیں جو اَفقہ الصحابہ کہلاتے ہیں یعنی تمام صحابہ میں سب سے زیادہ فقہ کا علم رکھنے والے ہیں، اتنے جلیل القدر صحابی کا یہ ارشاد علامہ ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر الجواھر الحسان فی تفسیر القراٰن میں نقل فرمایا ہے: کَفٰی بِخَشۡیَۃِ اللہِ عِلۡمًا[۱۳] یعنی کسی

---

۱۲ المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۰/۹ (۸۴۵۸)، باب مناقب ابن مسعود، مکتبۃ ابن تیمیۃ

۱۳ شعب الایمان للبیہقی: ۲۰۴/۲ (۷۳۲)، باب الخوف من اللہ تعالیٰ، مکتبۃ الرشد، ریاض

آدمی کے عالم ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اللہ کا بے حد خوف رکھتا ہو۔ عالم ہونے کے لیے۔ نِرا علم کافی نہیں کیوں کہ سب سے زیادہ علم شیطان کے پاس ہے لیکن اس کے باوجود وہ سب سے بڑا جاہل ہے، اسی طرح علم بغیر عمل کے جہالت ہے کیوں کہ علم کا حقیقی مقصود خشیت ہے (جیسا کہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا) اب اگر کسی کو خشیت ہی حاصل نہ ہو تو اس کو وہ مقصود ہی حاصل نہ ہوا جو علم سے تھا لہٰذا ایسا علم جہل ہے۔

غیر نافع علم سے پناہ مانگنے کی تاکید

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں علم میں اضافہ کے لیے یہ دعا مذکور ہے، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا[۱۴] وہیں پر احادیث مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے علمِ نافع اور عملِ صالح کی دعائیں مانگیں ہیں، اور اس علم سے پناہ مانگی ہے جو علم نافع نہ ہو، آپ ان الفاظ سے دعا مانگا کرتے تھے، اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ عِلۡمٍ لَّا یَنۡفَعُ کہ اے اللہ! میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نافع نہ ہو۔ بے فائدہ علم کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر مظہری" میں فرماتے ہیں کہ اَلۡعِلۡمُ الَّذِیۡ لَا یَنۡفَعُ نَوۡعَانِ کہ وہ علم جو بے فائدہ ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

۱) نَوۡعٌ مِّنۡهُ لَا یَنۡفَعُ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ حَیۡثُ لَا یُتَصَوَّرُ الۡاِنۡتِفَاعُ مِنۡهُ کَالطَّبِیۡعِیۡ وَنَحۡوِهٖ کہ بے فائدہ علم کی ایک قسم وہ ہے جس میں دنیوی نفع یا اخروی نفع کی اُمید نہیں۔ اس جیسے دیگر علوم مثلاً سحر، جادوٹونہ وغیرہ۔

۲) وَنَوۡعٌ مِّنۡهُ لَا یَنۡفَعُ الۡعَالِمُ اِذَا لَمۡ یَعۡمَلۡ بِعَمَلِهٖ[۱۵] اور اسی طرح بے فائدہ علم کی ایک قسم یہ ہے کہ عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے۔

اور علمِ نافع اور خشیت چوں کہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں اس لیے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بھی مانگی کہ وَمِنۡ قَلۡبٍ لَّا یَخۡشَعُ اور میں اس دل سے بھی پناہ مانگتا ہوں

---

[۱۴] طٰہٰ: ۱۱۴

[۱۵] التفسیر المظھری: ۱۰۸/۱، البقرۃ (۱۰۲)، مکتبۃ الرشد، الباکستان

جس میں خشیت نہ ہو یعنی وہ دل دل ہی نہیں جس میں اللہ کی محبت اور خشیت نہ ہو جیسا کہ شاعر نے بھی اسی کی ترجمانی کی ؎

وہ گل گل نہیں جس میں بو نہیں
وہ دل دل نہیں جس میں تو نہیں

اور شاعر نے کہا ؎

اب تو دردِ دل مستقل ہو گیا
شاید اب مرادِل بھی دِل ہو گیا

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وَمِنْ نَّفْسٍ لَّاتَشْبَعُ اور اس نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو سیر نہیں، یعنی اس کو جتنا بھی کھلا دو یا پلا دو، مال دار بنا دو لیکن وہ سیر ہی نہ ہو اور هَلْ مِنْ مَّزِيْدٌ، هَلْ مِنْ مَّزِيْد کی صدائیں لگاتا رہے ایسے نفس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا[۱۶] اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا سے پناہ مانگی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرفِ قبولیت سے مشرف نہ ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو نہایت اہتمام سے مانگنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دعا کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن میں اسی معنی کی ایک اور دعا نقل فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمِ نافع کی ایک اور دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَلَا تَجْعَلْهُ عَلَيْنَا حُجَّةً بِفَضْلِكَ[۱۷] کہ اے اللہ! آپ نے جو بھی ہمیں دیا اس کو نفع بخش بنا دیجیے، اور اپنے فضل خاص سے (بروزِ قیامت) ہمارے خلاف اسے حجت نہ بنائیے۔

ایک اور حدیث میں یہ اضافہ بھی مذکور ہے اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا

---

[۱۶] صحیح مسلم: ۳۵۰/۲، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، المکتبة القديمية

[۱۷] تفسير الثعالبی: ۵۰۲/۳، بنی اسرائيل (۱۰۹)، دار احیاء التراث، بیروت

مَا يَنْفَعُنَا [۱۸] کہ اے اللہ! آپ نے جو ہمیں علم دیا اس کو ہمارے لیے نفع بخش بنا دیجیے اور ہمیں علم کی وہی دولت عطا فرما جو نفع بخش ہو۔

غرض یہ ہے کہ مختلف پیرایوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمِ نافع کی دعا مانگا کرتے تھے اور اس علم سے پناہ مانگتے تھے جو نافع نہ ہو۔ اور امت کو تلقین فرمائی سَلُوا اللّٰهَ عِلْمًا نَّافِعًا کہ اللہ تعالیٰ سے علمِ نافع کا سوال کرو، وہیں وہ علم جو نافع نہ اس سے پناہ مانگنے کا حکم بھی فرمایا، چناں چہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ [۱۹] اور وہ علم جو نافع نہ ہو اس سے پناہ مانگو۔

سجدہ ریزی و گریہ وزاری

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ کہ وہ روتے ہوئے اپنی ٹھوریوں کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اِذَا قَرَأْتُمْ سَجْدَةً سُبْحَانَ فَلَا تَجْعَلُوْا بِالسُّجُوْدِ حَتّٰى تَبْكُوْا کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کی حالت میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھ رہا ہو تو اپنے سجدہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور آہ وزاری کر لے اور روئے۔ فَاِنْ لَّمْ تَبْكِ عَيْنُ اَحَدِكُمْ فَلْيَبْكِ قَلْبُهٗ اور اگر تم میں سے کسی کی آنکھ نہ روئے تو بہت مناسب ہے کہ اس کا دل کم از کم ضرور روئے۔ یعنی اگر آنکھوں سے رونا نہ آئے تو کم از کم دل سے ضرور گریہ طاری ہو۔

جہاں تک یہ سوال ہے کہ آنکھیں بھی نہ روئے اور دل سے بھی آہ و زاری نہ ہو تو پھر کیا کرے؟ تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فَاِنْ لَّمْ يَحْضُرْهُ حُزْنٌ وَّبُكَاءٌ كَمَا يَحْضُرُهٗ اَرْبَابُ الْقُلُوْبِ پس اگر کسی کو وہ دردِ دل اور آہ و زاری حاصل نہ ہو جو اہلِ دل لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ فَلْيَبْكِ عَلٰى فَقْدِ الْحُزْنِ وَالْبُكَاءِ فَاِنَّ ذٰلِكَ

[۱۸] کنز العمال: ۲/۶۹۳ (۵۱۰۲)، مؤسسة الرسالة

[۱۹] سنن ابن ماجة: ۲۷۳ (۳۸۴۳)، باب ما تعوذ منه رسول الله صلى الله عليه وسلم، كتاب الدعاء، المكتبة الرحمانية

مِنْ اَعْظَمِ الْمَصَائِبِ[۲۰] تو اس کو چاہیے کہ دردِ دل اور آہ وبکاء کی دولت نہ ملنے پر اللہ تعالیٰ کے حضور روئے، گڑگڑائے اور اللہ تعالیٰ سے اس دولت کو حاصل کرنے کی فکر کرے کیوں کہ دردِ دل حاصل نہ ہونا بہت ہی بڑی مصیبت ہے۔ کیوں کہ جس کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا تو اس کا دل ہر وقت غیر اللہ میں مشغول رہتا ہے اور بے سکونی کی کیفیت ہو جاتی ہے۔

تیرے درد کی جو ہم کو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

لب ہے خنداں جگر میں تیرا دردو غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

حضرت والا فرماتے تھے کہ اگر مجھے اپنے اہل خانہ اور عزیزو اقارب اور احباب کے حقوق کی فکر نہ ہوتی تو میرا ذاتی مزاج تو یہ ہے کہ دور دور تک کوئی نہ ہو اور یادِ یار ہو کیوں کہ اس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔

ہمیں توفیق جو آہ و فغاں ہے
عطائے خالقِ ہر دو جہاں ہے
جو سن کے ہر طرف ہے اشکباری
کہی شاید ہماری داستاں ہے

دوستوں کے ساتھ جلوتوں کا لطف اپنی جگہ، خلوتوں سے اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کے سورج طلوع ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا سورج بھی ان ہی خلوتوں سے طلوع ہوا، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت عمدہ شعر ہے۔

خلوتِ غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو ویرانوں کو

---

[۲۰] تفسیر الثعالبی: ۵۰۲/۳، بنی اسرآءیل (۱۰۹)، دار احیاء التراث، بیروت

جس ویرانے میں خدا مل جائے اس کو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ گلشن فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے جس گلشن میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں وہ گلشن نہیں بلکہ ویرانہ ہے۔

تیرے ہاتھ سے آباد ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

بروز قیامت اللہ کی محبت ہی کام دے گی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مولانا صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! فلاں مسئلہ کے بارے میں میں نے بہت زیادہ تحقیقات و تدقیقات کی ہیں۔ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یاد رکھیے مولانا! بروزِ قیامت یہ تحقیقات اور تدقیقات کام نہ آویں گی، بلکہ وہاں تو صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کام دے گی۔

اس لیے علم حاصل کرنا گو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے، لیکن اگر اس کے ساتھ عمل نہ ہوا تو بروزِ قیامت یہ علم وبال بن جائے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اَلْقُرْاٰنُ حُجَّۃٌ لَّکَ اَوْ عَلَیْکَ[۲۱]

کہ قرآن مجید بروزِ قیامت یا تو تیرے حق میں ایک دلیل ہوگا یا تیرے خلاف دلیل بن جائے گا۔ یعنی اگر اس قرآن پر عمل کیا ہوگا تو قیامت کے دن یہی قرآن اللہ تعالیٰ کے سامنے سفارشی ہوگا۔ اور ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ قرآن حاملِ قرآن کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مجادلہ کرے گا بالآخر اللہ تعالیٰ اسے بخش دیں گے۔

لیکن اگر اس پر عمل نہ کیا تو یہی قرآن قیامت کے دن سفارشی بننے کے بجائے عمل نہ ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مناقشہ کا سبب بنے گا کہ قرآنی آیات اور اس کے احکام کے جاننے کے باوجود اس پر عمل کیوں نہ کیا؟ اور علم سے جو مقصد تھا یعنی خشیت اور

---

[۲۱] صحیح مسلم: باب فضل الوضوء، کتاب الطہارۃ، المکتبۃ القدیمیۃ

للّٰہیت وہ کیوں نہ حاصل کی؟ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنے فضل کا معاملہ فرماتے ہوئے علم کی حقیقت عطا فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ علیہ السلام اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گریہ وزاری

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَوْ رَأَيْتُمْ مَا رَأَيْتُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا کہ جو کچھ میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھ لو تو ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ قَالُوْا وَمَا رَاَيْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: کیوں یارسول اللہ آپ کیا دیکھتے ہیں؟ قَالَ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ[۲۲] تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کرتا ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر قیام اللّیل میں گریہ طاری ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہانڈی کے ابلنے اور جوش مارنے کے وقت آواز آتی ہے، اور بخاری کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، یارسول اللہ! آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر اس قدر عبادت وریاضت کہ پیروں میں ورم آجائے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا کہ کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟[۲۳]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَا نَفَعَنِيْ مَالٌ قَطُّ مَا نَفَعَنِيْ مَالُ اَبِيْ بَكْرٍ کہ مجھے کسی بھی مال نے دین کے کام میں اتنا نفع نہیں دیا جتنا کہ ابو بکر کے مال سے فائدہ پہنچا۔ فَبَكٰى اَبُوْبَكْرٍ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے اور فرمایا: هَلْ اَنَا وَمَالِيْ اِلَّا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

---

۲۲ صحیح مسلم: ۱/۱۸۰، باب التحریم سبق الامام برکوع او سجود، المکتبۃ القدیمیۃ

۲۳ صحیح البخاری: ۱/۱۵۲، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللیل، حتی نرم قدماہ، المکتبۃ المظہریۃ

یارسول اللہ! میں اور میر اماں آپ پر فدا ہے۔[۲۴]

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عبد اللہ بن شداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کُنْتُ اُصَلِّیْ خَلْفَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہا تھا وَکَانَ یَقْرَأُ سُوْرَۃَ یُوْسُفَ اور وہ سورۂ یوسف کی تلاوت فرمارہے تھے حَتّٰی اِذَا بَلَغَ یہاں تک کہ جب وہ اس آیت پر پہنچے قَالَ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ (کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے رنج و غم کی فریاد (تم سے نہیں) صرف اللہ سے کرتا ہوں) تو اس قدر روئے کہ سَمِعْتُ نَشِیْجَ عُمَرَ وَاَنَا فِیْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ میں نے آپ کا گریہ سنا حالاں کہ میں بالکل آخر صفوں میں تھا۔[۲۵]

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ زار و قطار رو رہے ہیں ان کی اہلیہ نے جب ان کے اس طرح رونے کو دیکھا تو وہ بھی زار و قطار رونے لگی، حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں روتی ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کو دیکھ کر مجھے بھی رونا آگیا، تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو اس آیت کو یاد کر کے رو رہا تھا کہ وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا[۲۶] کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا اس دوزخ پر گزر نہ ہو۔ یعنی پل صراط سے جو جہنم کے اُوپر ہے۔ اس گزرنے کو یاد کر کے میں رو رہا ہوں۔

یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت تھی کہ ہر وقت آخرت کی فکر اور اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری رہتی تھی، ان ہی کے صدقہ اور طفیل میں ہمارے اکابر کی بھی یہی کیفیت تھی کہ ہر وقت آخرت کی فکر دامن گیر رہتی تھی اور ڈرتے رہتے تھے کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا؟ قبر میں کیا ہو گا؟ حشر میں کیا ہو گا؟ ہماری بخشش ہو گی یا نہیں؟ حالاں کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے اپنی زندگی دین کی سربلندیوں اور اشاعت کی خاطر وقف کر دی تھی، لیکن اس کے باوجود فکرِ آخرت ہر وقت لگی رہتی تھی۔

---

۲۴ سنن ابن ماجۃ: ۱/۱۰ (۹۴)، باب فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، المکتبۃ القدیمیۃ

۲۵ کنز العمال: ۱۲/۵۷۴ (۳۵۸۵۹)، مؤسسۃ الرسالۃ

۲۶ مریم: ۷۱

اکابر علماء دیوبند کی فنائیت

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں اپنے پاس اصلاح کے لیے آنے والوں کے قدموں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ اتنے بڑے مصلح الامت تھے لیکن اپنے مریدین و متعلقین کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم مفسر، محدث اور شیخ جن کے بارے میں ان کے اساتذہ نے فرمایا کہ ”یہ دستارِ فضیلت لو اور دین کا کام کرو، اب جہاں جاؤ گے تم ہی تم ہو گے“ فرماتے تھے کہ جنت کے اعلیٰ درجات میں تو بڑے اولیاء اللہ ہوں گے ہمیں تو جنتیوں کی جوتیوں میں جگہ مل جائے یہ بھی بڑا اکرم اور فضل ہے۔

مجددِ دعوت و تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جب تبلیغ کے مبارک کام کو لے کر لوگوں میں نکلے تو لوگ انہیں گالیاں دیتے تھے اور بُرا بھلا کہتے تھے لیکن وہ لوگوں کے سامنے محض اللہ کے لیے روتے تھے، گڑگڑاتے تھے اور صرف اس بات کی دعوت دیتے تھے کہ کچھ دیر کے لیے مسجد میں آجاؤ! پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کی برکت سے ان کی جماعت کو باہر ملکوں میں بھیجا تو انہوں نے اسے اپنا کمال نہیں سمجھا بلکہ فکر مند ہوگئے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس وقت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال کا وقت قریب تھا، تو میں ان کی خدمت میں دہلی میں حاضر ہوا تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دو سوال کیے۔ ایک یہ فرمایا کہ ”مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں استدراج (وہ خرقِ عادت کام جو کسی فاسق و فاجر آدمی سے ظاہر ہو) میں تو مبتلا نہیں ہوں کیوں کہ لوگ میری طرف جوق در جوق متوجہ ہو رہے ہیں“۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر استدراج ہوتا تو آپ کو خوفِ استدراج نہ ہوتا، آپ کا یہ خوفِ استدراج کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل تو نہیں ہے دلیل ہے کہ آپ استدراج میں مبتلا نہیں ہیں کیوں کہ جن کو وہ استدراج میں مبتلا کرتے ہیں یعنی جن کو ڈھیل دیتے ہیں ان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ مجھے ڈھیل دی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتے ہیں:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ[۲۷]

توسَنَسْتَدْرِجُهُمْ میں لَا يَعْلَمُوْنَ کی قید لگی ہے کہ ہم اس حیثیت سے ڈھیل دیتے ہیں کہ اس کے لیے لا علمی ضروری ہے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بات میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالی، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان نہیں کیا یعنی اس کی دلیل ابھی اللہ تعالیٰ نے میرے بزرگوں کی برکت سے میرے قلب میں ڈالی کہ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ ہم جن کو استدراج اور ڈھیل دیتے ہیں، ناراضگی کے باوجود ان کو نعمتوں میں اُتار دیتے ہیں تومِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ کی قید بھی ہے، یعنی ان کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ انہیں ڈھیل دی جارہی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری بات یہ فرمائی کہ چوں کہ علماء تبلیغ میں کم ہیں لہٰذا مجھے اندیشہ ہے کہ عوام حدودِ شریعت قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”آپ کی یہ فکر بالکل صحیح ہے، لیکن آپ نے تو نیک نیتی اور صحیح طریقے پر کام شروع کیا ہے۔ آگے چل کر اگر اس کو کوئی خراب کردے تو ان شاء اللہ! آپ پر اُس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔“ تاہم یہ بات صحیح ہے کہ اہلِ علم کو چاہیے کہ وہ آگے آئیں اور مجموعی طور پر جماعت کے کام پر نظر رکھیں، بلکہ جماعت کی قیادت کریں۔

ذرا غور کیجیے! ہمارے بزرگوں کو فکرِ آخرت اور کم مائیگی کا اس قدر احساس رہتا تھا کہ اپنی کرامتوں کو استدراج کہہ رہے ہیں اور آج ہمیں ایک خواب نظر آجائے تو ہم ہواؤں میں اُڑنے لگتے ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی حیاتِ طیبہ کو دیکھ لیجیے جن کی وجہ سے آج یہ بزم سجی ہوئی ہے اور یہ رونقیں بحال ہیں اللہ تعالیٰ نے سارے عالم میں دین کی خدمت کا کام لیا۔ اس درجہ مقبولیت کی وجہ یہی تھی کہ اپنے آپ کو مستقل بالذات نہیں سمجھا، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اٹھارہ سال کا عرصہ بے حد مجاہدات وریاضات میں گزارا۔

---

[۲۷] الاعراف:۱۸۲

حضرت علامہ محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”معارفِ مثنوی“ پیش کی گئی تو حضرت بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

”مجھے نہیں معلوم تھا کہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب اتنے بڑے عالم ہیں، میں تو دیکھتا تھا کہ ایک نوجوان بنیان اور لنگی پہنے ہوئے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دواخانے میں تیل اور معجون بناتا تھا، میں سمجھتا تھا کہ یہ حضرت کا خادم نہیں بلکہ نوکر ہے جس کو حضرت نے اجرت پر رکھا ہوا ہے۔ یہ شرح اس قدر مفید اور عمدہ ہے کہ **لافرق بینك وبین مولانا روم** کہ آپ اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کوئی فرق نہیں۔“

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب مواعظ اور تالیفات کے شروع میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود لکھوایا کہ ”میرے یہ تمام مواعظ اور تصنیفات وتالیفات میرے تینوں شیوخ کی صحبتوں اور فیوض وبرکات کا مجموعہ ہیں۔“ ان ساری دینی خدمات کی نسبت ہمیشہ اپنے شیوخ کی طرف کی اور اسے اپنا کمال نہیں سمجھا۔ یہی وہ فنائیت، خشیت اور للّٰہیت تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل فرمایا اور سارے عالم میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا درد نشر ہوا۔

سارے عالم میں یہی ہے اخترؔ کی آہ و فغاں
چند دن خونِ تمنا سے خدا مل جائے ہے

اور

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

بلاشبہ یہ ہمارے اکابر ہیں جن کے ہم نام لیوا ہیں۔ انہوں نے اپنے علم پر عمل کر کے اسے نافع بنایا اور اپنا تزکیہ کرایا تو لاکھوں لوگ ان سے ہدایت یافتہ ہوئے۔

ہزاروں نہریں ہوئیں میرے دریا سے جاری
پھر بھی میرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

ہمارے تمام اکابر اسی راستے سے آئے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسبِ فیض کیا، ان کے بعد تابعین، پھر تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، اکابرین اُمت سب اسی راستے سے ہو کر گئے ہیں۔

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

اب اگر ہم کسی اور راستے کا انتخاب کریں گے اور یہ سوچیں گے کہ ہم کامیاب ہو جائیں گے تو۔

ہم خدا خواہی وہم دنیا دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

کہ ہم دنیا بھی چاہیں اور خدا کو بھی ساتھ لے لیں تو یہ محض ایک خیال اور پاگل پن کے سوا کچھ نہیں۔

اس لیے دنیا کی محبت کو نکالنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت درکار ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی محبت ان ہی لوگوں سے ملے گی جو اللہ والے ہیں۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بڑی سادی بات فرماتے تھے کہ ”امرود ملتا ہے امرود والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے“ اس لیے جو لوگ علمِ دین رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ ان ہی اکابرین امت کے طرزِ عمل پر چلتے ہوئے اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں اور اپنے علم کو نافع بنائیں۔ ان شاء اللہ اہل اللہ کی صحبت کی برکت سے غرورِ علم ختم ہو گا اور فنائیت پیدا ہو گی، دردِ دل کی دولت ملے گی اور اللہ والے عالمِ ربّانی بنیں گے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ذکر تو عام لوگ بھی کرتے ہیں لیکن جس شخص کو علمِ دین کی دولت ملتی ہے وہ ایک نور ہوتا ہے اور جب وہ ذکر بھی کرتا ہے تو یہ دوسرا نور ہوتا ہے اور پھر یہ صاحبِ علم ”نورٌ علیٰ نور“ کا مصداق بن جاتا ہے پھر اس کے علم اور تقویٰ کے نور سے ایک عالم منور ہوتا ہے۔ اور ربانی علماء کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ جہاں ان سے علم کا نور پھوٹتا ہے وہیں پر اللہ تعالیٰ کی محبت کے چشمے بھی پھوٹتے ہیں اور وہ بزبانِ حال حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھتا ہے کہ۔

درِ رازِ شریعت کھولتی ہے
زبانِ عشق جب کچھ بولتی ہے

محبت محو حیرت اس زبانی ہے
پیار کرتی ہے جو آہ و فغاں ہے

کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں
نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

❖❖❖❖

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں — تجھ پہ رحمت کرے خالقِ دو جہاں
بجلیوں سے بچاتا ہے ربِّ جہاں — ایک تدبیرِ کمزور ہے آشیاں
چشمِ تر خوں فشاں آہ سوزِ نہاں — ہیں مرے دردِ دل کے یہ سب ترجماں
کیا یہ شمس و قمر یہ زمیں آسماں — اپنے خالق کا دیتے نہیں ہیں نشاں
کیا جہاں میں نمودار خود ہو گئے؟ — ہر وجود اپنے موجد کا خود ہے نشاں
ہستی انساں کی خالق پہ شاہد ہے خود — تیرے اندر ہے وہ خالقِ دو جہاں
ہو کے مخلوق خالق کا منکر بنے — اس حماقت پہ ہے لعنتِ دو جہاں

یہ صدا سُن لو اختر کی اے دوستو
خالقِ جاں پہ کر دو فدا اپنی جاں

اس وعظ سے کامل نفع حاصل کرنے کے لیے یہ دستور العمل کیمیا اثر رکھتا ہے

دستور العمل

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

وہ دستور العمل جو دل پر سے پردے اٹھاتا ہے، جس کے چند اجزاء ہیں، ایک تو کتابیں دیکھنا یا سننا۔ دوسرے مسائل دریافت کرتے رہنا۔ تیسرے اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمدورفت نہ ہو سکے تو بجائے ان کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات و ملفوظات ہی کا مطالعہ کرو یا سن لیا کرو اور اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کر لیا کرو تو یہ اصلاحِ قلب میں بہت ہی معین ہے اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت محاسبہ کے لیے نکال لو جس میں اپنے نفس سے اس طرح باتیں کرو کہ:

”اے نفس! ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ موت بھی آنے والی ہے۔ اُس وقت یہ سب مال و دولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے۔ اس لیے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لیے کچھ سامان کر۔ عمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر۔ مرنے کے بعد تو اُس کی تمنا کرے گا کہ کاش! میں کچھ نیک عمل کر لوں جس سے مغفرت ہو جائے مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہو گی۔ پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کر لے۔“

اُمورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاء اللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا۔ اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بد نگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاقِ ذمیمہ (بُرے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص و طمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائلِ تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قراءت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقے کو سیکھنا۔ نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کرکے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سُننِ عادات کا بھی خاص خیال رکھنا مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقے پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلامِ پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعدِ اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ مؤکدہ، سُنتِ غیر مؤکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

❁❁❁❁

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختلف پیرایوں میں علمِ نافع کی دعا مانگا کرتے تھے اور اس علم سے پناہ مانگتے تھے جو نافع نہ ہو اور امّت کو اس کی تلقین بھی فرماتے تھے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ بے فائدہ علم کی ایک قسم وہ ہے جس میں دنیاوی یا اُخروی نفع کی اُمید نہیں جیسے سحر، جادو، ٹونہ وغیرہ۔ اسی طرح بے فائدہ علم کی ایک قسم یہ ہے کہ عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے۔ علمِ نافع اور خشیت ساتھ ساتھ چلتے ہیں، اگر کسی کو وہ دردِ دل اور آہ وزاری حاصل نہیں تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور روئے، گڑگڑائے اور اللہ تعالیٰ سے اس دولت کو حاصل کرنے کی فکر کرے تاکہ علم بےعمل کی بے برکتی سے بچ سکے۔

حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے اپنے وعظ ''علمِ نافع'' میں اس بات کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ بدونِ اعمالِ صالحہ اور خشیتِ الٰہیہ محض کتابیں پڑھنا یا انہیں یاد کر لینے کا نام علم نہیں ہے اور نہ ہی یہ چیز قیامت کے دن کام آئے گی۔ اس بارے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ نہایت نافع ہے کہ حضرت کی خدمت میں ایک مولانا صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے فلاں مسئلہ کے بارے میں بہت زیادہ تحقیقات و تدقیقات کی ہیں، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یاد رکھیے مولانا! بروزِ قیامت یہ تحقیقات اور تدقیقات کام نہ آویں گی، بلکہ وہاں تو صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کام دے گی۔

